حرام اشیاء کا استعمال شرعی تناظر میں

مفتی اقبال حسین صابری راولپنڈی

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں موجود تمام چیزیں انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اسلام چونکہ پاکیزہ مذہب ہے اسلئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو صرف اور صرف پاک اور حلال اشیاء کے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اور گندی اور حرام اشیاء کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے چونکہ انسان کے کھانے کا اثر اس کی عبادات پر ہوتا ہے اسلئے جو شخص حلال کھاتا اور کماتا ہو تو اسکو اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کی توفیق عطاء فرماتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حلال کھانے کا حکم دیا اور حرام کھانے سے منع فرمایا سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یایھا الذین امنوالا تاکلو ا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما"۔ (نساء آیت نمبر 29 پارہ 5)۔

ترجمہ: اے ایمان والوں نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے اور نہ خون کرو آپس میں بے شک اللہ تم پر مہربان ہے قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں جا بجا مال حلال کھانے اور مال حرام سے اجتناب کرنے کی سخت تاکید آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں جو انسان میں ہو اس کے علاوہ کچھ نہ ہو تو وہ کافی ہیں۔

(۱) امانت کی حفاظت۔ (۲) سچائی۔ (۳) اخلاق حسنہ۔ (۴) اور کھانے میں حرام سے پرہیز۔

"قال النبی ﷺ اربع اذا کن فلا علیک ما فاتک الدنیا حفظ امانۃ وصدق حدیث وحسن خلیقۃ و عفۃ فی طعمۃ"۔ (رواہ احمد والطبرانی الترغیب والترھیب جلد 2 ص 345)۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاصؓ نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لئے دعا فرمادیجئے کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(یا سعد اطب مطعمک تکن مستجاب الدعوۃ (الترغیب والترھیب جلد 2 ص 345)۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے سعد اپنا کھانا طیب (حلال) کرلو تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے یعنی دعاؤں کے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کا کھانا پینا حلال کا ہو۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" من اکل طیبا وعمل فی سنۃ وامن الناس بوائقہ دخل الجنۃ"۔ (شعب الایمان جلد5 ص 57)۔

ترجمہ: ''جو شخص مال حلال کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں تو وہ جنت میں جائے گا''۔

حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

مسلم شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس کا سفر بڑا طویل تھا اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے کپڑے غبار آلود اور وہ اس حالت میں آسمان کی طرف منہ کر کے دعا مانگ رہا تھا لیکن اس کی حالت یہ تھی کہ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام اسکا لباس حرام اور حرام غذا سے اس کی پرورش ہوئی ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔(مسلم شریف جلد اص 326)۔

معلوم ہوا کہ حرام کھانے کی یہ نحوست ہے کہ حرام کھانے کے بعد آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

حرام کھانے کے نقصانات:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حرام کھانے کے مندرجہ ذیل نقصانات شمار کرائے ہیں۔

(۱) پہلا نقصان یہ ہے کہ حرام کھانے سے انسان کے دل سے نور نکل جاتا ہے۔

(۲) دوسرا نقصان یہ ہے کہ حرام کھانے سے طبعیت کے اندر سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔

(۳) تیسرا نقصان یہ ہے کہ انسان کے دل میں برے برے جذبات اور خیالات کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور ہر وقت انسان کے دل میں برے کام کرنے کا جذبہ ابھرتا رہتا ہے۔

(۴) چوتھا نقصان یہ ہے کہ نیک کام کی طرف سے انسان کی طبعیت ہٹ جاتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ حرام کھانے سے انسان دین سے دور ہو جاتا ہے اور اسکی آخرت برباد ہونے لگتی ہے۔ (اصلاحی بیانات جلد 2 ص 85).

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال روزی کا تلاش کرنا فرائض کے بعد فرض ہے اور ارشاد فرمایا جو شخص اپنی اولاد یا والدین یا اپنے نفس کے لئے حلال روزی کماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔(الترغیب بحواله عطر هدایه ص 47).

ایک مسلمان پر جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے روزہ رکھنا فرض ہے زکوٰۃ دینا فرض ہے بالکل اسی طرح مال حرام سے بچنا بھی فرض ہے اور مال حلال کو اختیار کرنا بھی فرض ہے۔

مال حرام کے احکام:

اس تفصیل کے بعد اب ہم مال حرام کے احکامات تفصیل سے بیان کریں گے جس شخص کے پاس مال حرام ہو اس کے ہاتھ چیز فروخت کرنا اور حرام مال سے فرخت شدہ چیز کی قیمت وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے اور اس بارے میں شرعی حکم میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں پہلے سے یہ علم ہو کہ اسکی تمام آمدنی یا اکثر آمدنی حرام کی ہے تو ایسے شخص کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا جائز ہے لیکن اس کے بدلے قیمت میں حرام مال لینا جائز نہیں ہے بلکہ خریدار سے حلال مال سے قیمت ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے ورنہ ایسے شخص کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کرے کیونکہ حرام مال سے قیمت وصول کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پہلے سے اس

بات کا علم نہ ہو کہ اسکی اکثر آمدنی کیسی ہے یا اس بات کا علم ہے کہ اس کی اکثر آمدنی حلال ہے یا حلال وحرام سے مخلوط ہو کر اکثر آمدنی حلال کی ہے تو ایسی حالت میں اس شخص کے ہاتھ چیز فروخت کرنا جائز ہے اور اس کے مذکورہ مال سے فروخت شدہ چیز کی قیمت وصول کرنا بھی درست ہے۔

قال فی الدر المختار:

الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجه الینا ملکه وصح بیعه ولکن لا یطیب له ولا للمشتری منه وفی حظر الاشباہ الحرمة تعددمع العلم بها وفی الشامیه :وما نقل عن بعض الحنفیه من ان الحرام لا یتعدی الیٰ ذمتین سالت عنه الشهاب بن الشبلی فقال هو محمول علیٰ ،ا اذا لم یعلم بذٰلک واما لو رأی المکاس مثلا یاخذ من احداشیاء من المکس ثم یا خذ من ذلک الآخر فهو حرام.

(رد المحتار جلد 9 ص 636) .

امدادالفتاویٰ میں ہے:

سوال:۔ایک شخص کا دندان سازی پیشہ ہے اس سے اجنبی عورت دندان بنوانا چاہتی ہے اور اس عورت کا فحش اور حرام پیشہ ہے غالباً اجرت بھی اسی حرام کمائی سے دے گی۔اس حالت میں دندان بنانے کی ضرورت سے غیر عورت کے بدن کو مس کرنا اور حرام کمائی سے اجرت لینا اس شخص کو درست ہے یا نہیں؟۔

الجواب:۔اس میں دوسوال ہیں مس کرنا اور ایسی اجرت لینا سو مس اجنبیہ کو بضرورت جائز رکھا گیا ہے جیسے مداوات مرض میں پس اگر دانت بضرورت بنوائے جاتے ہیں تو یہ ایک قسم کی مداوات ہے دندان ساز کو مس جائز ہے اور اگر بلاضرورت بنوائے جاتے ہیں تو مس جائز نہیں جیسے احتقان ضرورت میں جائز رکھا گیا ہے اور بعض منفعت بلاضرورت کے لئے حرام کذافی الشامیہ اور اجرت لینا مال حرام سے حرام ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

جن کی آمدنی بالکل حرام خالص ہے جیسے کسبی (زانیہ) یا مے فروش (شراب بیچنے والا) یا سودخور وغیرھم ان کی نوکری ناجائز ہے اور جو تنخواہ اس سے ملتی ہو وہ حلال نہیں اور اسی طرح اپنی چیز اس کے ہاتھ فروخت کر کے اسی مال حرام سے قیمت لینا بھی حلال نہیں ہے۔

" قال اللہ تعالیٰ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب".

تو اپنی پاکیزہ مزدوری یا پاکیزہ چیز کو اس ناپاک مال بدلنا ناجائز ٹھہرا:

" قال رسول اللہ ﷺ لا یحل ثمن الکلب ولا حلوان الکاهن ولا مهر البغی".

چندسطروں کے بعد لکھتے ہیں ہاں چندلوگوں کی آمدنی مشتبہ اور مخلوط الحلال و الحرام غالب الحلال ہو مثلا یہی لوگ کسبی مے فروش وسود خوار وغیرھم کوئی دوسرا پیشہ مباح مثل تجارت حلال یا اور کچھ بھی کرتے ہوں اس وقت ان کی نوکری اور اپنی چیز ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ تنخواہ یا قیمت حلال مال میں سے دیں یا خبر مشتبہ غالب الحلال سے دیں۔(امداد الفتاویٰ جلد3 ص377)۔

اسی طرح کفایت المفتی میں ہے طوائف کے یہاں پانی بھرنا اسکے کپڑے سینا یا دھونا یا اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا تو جائز ہے مگر ان چیزوں کے عوض میں طوائف جو پیسہ دیتی ہے وہ چونکہ حرام کی کمائی کا ہوتا ہے اس لئے وہ لینا مکروہ ہے اگر طوائف کسی سے قرض لے کر دیں تو وہ رقم لینی مباح ہے(اس پر بحث آگے ائے گی)۔(کفایت المفتی جلد7 ص338)۔

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جو شخص حرام کاروبار کرتا ہو یا۔سود، چوری، رشوت، غصب کا مال اسکے پاس ہو اور اسکا غالب مال حرام ہی ہو تو اس کے ہاتھ اشیاء فروخت کرنا جائز تو ہے لیکن اس حرام مال سے اس چیز کی قیمت لینا جائز نہیں ہے۔

حرام مال سے خریدی ہوئی اشیاء کا استعمال:

اگر کسی کے پاس مال حرام ہے جو کہ رشوۃ، سود، غصب، چوری، ڈکیتی اور دیگر خلاف شرع ذرائع سے حاصل کیا ہوا مال ہے اور وہ اس مال سے اشیاء خریدتا ہے مثلا کھانے پینے کی چیزیں، کپڑے، گاڑی، وغیرہ یا وہ اس مال سے مکان وگیرہ کی تعمیر کرتا ہے تو کیا اس کے لئے ان چیزوں کا استعمال جائز ہوگا یا نہیں یا ان تمام چیزوں کو ہر حال میں صدقہ کرنا ہوگا اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ مکان وغیرہ کی تعمیر اور دیگر اشیاء کی خریداری میں جو ناجائز رقمیں خرچ ہوگئی ہیں ان کا حساب لگائیں اور جن لوگوں سے مال حرام حاصل کیا گیا ہے اگر ان کا یا ان کے ورثاء کا پتہ معلوم ہو تو ان کو یہ اشیاء یا ان کی رقمیں واپس لوٹادیں اور اگر اصل مالک یا ان کے ورثاء معلوم نہ ہوں تو یہ رقمیں اصل مالک کی طرف سے غرباء وفقراء پر صدقہ کردیں۔

اصل مالک یا ان کے ورثاء کو رقم واپس کرنے کی صورت میں یا اصل مالک یا ان کے ورثاء معلوم نہ ہونے کی صورت میں ان کی طرف سے اس قدر مال (ضمان اور بدل) فقراء میں صدقہ کرنے کے بعد مذکورہ چیزوں کا استعمال اس شخص کے لئے جائز ہوگا اس سے پہلے ان کا استعمال اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔(مال حرام اور اس کے شرعی مصارف وحکام ص 344).

احسن الفتاویٰ میں ہے:

سوال:۔حرام طریقہ مثلا بینک یا انشورنس کی ملازمت یا رشوت یا غصب سے حاصل شدہ مال کے عوض میں خریدا ہوا طعام حرام ہے یا حلال بینوا وتوجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب:.

اگر مغصوب چیز عین ہے تو اس کے عوض خریدی ہوئی اشیاء کا استعمال بالاتفاق حرام ہے اگر نقد ہے تو اس میں امام کرخیؒ کا قول یہ ہے کہ اگر

بوقت اشتراء رقم مغصوب کی طرف اشارہ کیا ہو اور پھر ادا بھی اسی سے کیا ہو تو خرید کردہ اشیاء حرام ہونگی۔ اگر بوقت اشتراء رقم مغصوب کی طرف اشارہ نہ کیا یا اشارہ کیا مگر ثمن اس سے ادا نہیں کیا بلکہ دوسری رقم سے ادا کیا تو ان حالات میں خریدی ہوئی اشیاء میں کراہت نہیں ہے راجح یہی ہے کہ بھر حال حرام مال سے حاصل کردہ اشیاء حرام ہیں خواہ اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور احتیاط بھی اسی میں ہے:

" قال العلامه عابدینؒ :

نقل عن الحموی عن صدر الاسلام ان الصحیح لا یحل له الاکل ولا الوطء لان فی السبب نوع خبیث".

قول کرخیؒ قرآن وحدیث اور قیاس وعقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد 8 ص 104) .

اس بارے میں مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من اشتریٰ ثوبا بعشرة دراھم وفیھا درھم حرام لم یقبل اللہ تعالیٰ له صلوٰۃ مادام علیه**".

(مسند احمد بن حنبل جلد) .

جس شخص نے ایک کپڑا دس درھم کا خریدا اور اسمیں ایک درھم حرام کی ملاوٹ ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہیگا اللہ رب العزت اسکی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام مال جو کمایا ہو اور وہ شخص کپڑا خریدے جس کی قیمت میں صرف دسواں حصہ اس مال حرام میں سے ملا یا ہو تو ایسے شخص کی نماز اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں فرمایا جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہیگا معلوم ہوا کہ مال حرام سے جو بھی چیز لی جائے یا خریدی جائے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے اگر مال حرام سے خریدی ہوئی چیز کا استعمال جائز ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز اتنی سخت وعید بیان نہ فرماتے۔

بعض لوگ مال حرام کے بارے میں یہ حیلہ بتاتے ہیں کہ تم کسی کافر سے مال قرض لے لو اور اسکو استعمال کرو اور مال حرام اسکو قرض میں دے دو۔ اسطرح حرام کے کھانے سے بچ رہو گے تو آیا ایسا حیلہ کرنے سے مال حرام حلال ہو جائے گا یا یہ حیلہ بتاتے ہیں کہ کسی حلال آمدنی والے سے پورے ماہ کے اخراجات کے واسطے قرض لے کر کام چلا دے اور قرض دار کا قرض اپنے حرام مال سے ادا کر دے اس طرح حرام کھانے سے بچ جائے گا۔

مذکورہ حیلے کی تردید:

یہ ایک حیلہ ہی ہے ایسا کرنے سے مال کی حرمت دور نہ ہوگی بلکہ اس کی حرمت باقی رہے گی مولانا عبدالسلام چاٹگامی مدظلہ لکھتے ہیں الزاما ان حضرات سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ اسطرح تبدیل ملک سے اگر چوری ڈکیتی، غصب، رشوت، سود جواء خیانت دھوکہ سے حاصل کردہ مال حلال کیا جا سکتا ہے تو اس بارے میں قرآن کی کوئی آیت یا حدیث یا ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ سے کوئی روایت ضرور ملتی لیکن ایسی کوئی آیت یا حدیث یا روایت فقھیہ قطعاً نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کا حکم تو یہ ہے کہ:

" ان اللہ یا مرکم ان تودو ا الامانات الی اھلھا ". (سورۃ ص آیت نمبر 24).

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حق دار کو حق پہنچاؤ''۔(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول ص 251) .

اگر رقم اور نقد کی تبدیلی سے حرمت اور حلت میں فرق پڑتا حرام حلال ہوسکتا ہے تو جو آدمی حرام اور ناجائز ذرائع سے پیسے کماتا ہے، چوری کرتا ہے، غصب کرتا ہے، رشوت لیتا ہے تو وہ ان پیسوں کو اشیاء خوردنی سے تبدیل کرلیتا ہے آٹا خریدتا ہے گوشت خریدتا ہے تو حرام پیسے اس کے پاس نہیں رہتے بلکہ اجناس فروخت کرنے والے گوشت بیچنے والے کے پاس چلے جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ چور کے پاس حلال اشیاء دکاندار کی دکان کا آٹا آگیا حلال گوشت فروخت ہونے والا گوشت آگیا ہے حلال فروٹ بیچنے والے کا فروٹ آگیا ہے اور ان دکانداروں کے پاس چور، غاصب، اشیاء اور سود خور کے حرام پیسے چلے گئے ہیں لیکن کیا اس قسم کی تبدیلی کے بعد بھی شرعاً عرفاً قانوناً چور کو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ چوری کا مال کھاتا ہے کیا راشی کو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ رشوت کا مال کھاتا ہے غاصب کو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ غصب کا مال کھاتا ہے غرض جو بھی شخص کسی قسم کا ناحق مال کھاتا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ناحق مال کھاتا ہے جبکہ اس نے اپنے مال کو بدل دیا ہوتا ہے۔

دکاندار جس نے مثلاً چور کو، راشی کو سود خور کو آٹا بیچا ہے گوشت بیچا ہے یا کپڑا فروخت کیا ہے اس کے متعلق شرعاً عرفاً یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ چوری کا مال کھاتا ہے رشوت یا غصب یا سود کا مال کھاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس قسم کے تبادلے سے چوری، غصب، رشوت سود وغیرہ کا مال حلال نہیں ہوتا بلکہ ان ناجائز اموال کے بدلے میں جو بھی اشیاء حاصل کی گئی ہیں ان اشیاء میں حرمت اور ناجائز کا حکم آجائے گا اگر ناجائز آمدنی سے آٹا خریدا ہے تو یہ ناجائز کا حکم آٹے میں آجائے گا اگر گوشت خریدا ہے تو گوشت میں آجائے گا اگر کپڑا خریدا ہے تو کپڑے میں آجائے گا زمین خریدی ہے تو زمین میں آجائے گا مکان بنایا ہے تو مکان میں آجائے گا کیونکہ ان تمام اشیاء کو اس نے ناجائز آمدنی اور حرام مال کے بدلے میں حاصل کیا ہے اس بنیاد پر حدیث شریف میں آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس آدمی کا کھانا اور پینا حرام ہو پھر وہ یارب یارب کہہ کر دعا کرے گا تو اسکی دعا ہرگز قبول نہ ہوگی یہ حدیث صحیح مسلم اور ترمذی شریف میں موجود ہے غرض یہ کہ حرام اور ناجائز مال کو کسی دوسرے کے مال سے تبدیل بھی کرلیا جائے خواہ کسی مسلمان سے تبدیل کیا جائے یا غیر مسلم سے پھر بھی حرام کمانے والے کا تبدیل کردہ مال حرام ہی رہے گا اس تبدیلی کی وجہ سے حرام مال کی حرمت میں حلت نہیں آئے گی لہٰذا اس کی صفائی کی شرعاً دو ہی صورتیں ہیں:

(۱) اگر حقدار معلوم ہے اور حق دار تک مال پہنچانا ممکن ہے تو حق دار تک اس کا حق پہنچانا فرض ہے۔

(۲) اور اگر ممکن نہیں تو اس کی جانب سے مستحق لوگوں پر مال حرام کا صدقہ کردینا واجب ہے اور اپنے لئے ثواب کی نیت جائز نہیں۔

(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول ص 353).

مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں لوگوں نے جو مطلق سمجھ رکھا ہے کہ گو کیسی حرام چیز ہو مگر دوسرے کے پاس پہنچ

کرحلال ہوجاتی ہے۔ یہ محض غلط ہے کیونکہ اموال مخلوطہ میں جس میں اکثر حصہ مغصوب یا ربوا یا رشوت ہو بتصریح فقہاء دوسرے کے لئے بھی ویسے ہی حرام ہیں جیسے پہلے کے لئے حالانکہ تبدیل ملک یہاں بھی ہے اس لئے اس قاعدہ کی تفسیر کرنا مقصود ہے جس سے غرض۔ (مقصود) ابطال عموم واطلاق حکم حلت ہے خلاصہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ جو شے اول کے لئے باصلہ حلال ہوگی بوصفہ کسی عارض سے اسمیں کراہیت پیدا ہوجائے وہ دوسرے کے لئے حلال ہوگی اور چونکہ دوسری جگہ وہ عارض نہیں ہے اسلئے وہ خبث عارض بھی نہ ہوگا اور بیوع فاسد میں یہی عارض ہے۔ اور جو اول کے لئے باصلہ حرام ہو وہ حرمت برابر متعدی رہے گی۔ جیسے:

"بیوع باطلہ اور ربوٰ اور رشوت قبل الخلطیا بعد الخلط بشرط الاکثریہ"۔(امداد الفتاویٰ جلد 3ص 24).

اس سے معلوم ہوا کہ ملکیت بدلنے سے حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا یعنی تبدیل ملک حرمت کو حلت میں بدلتا نہیں ہے بلکہ حرمت باقی رہتی ہے ہم اس سے پہلے مفتی رشید احمد صاحب کا فتویٰ نقل کر چکے ہیں جس میں انہوں نے تصریح کی ہے حرام مال سے خریدی ہوئی اشیاء بھی حرام ہی ہوتی ہیں خواہ اس کی طرف اشارہ کرے یا نہ کرے البتہ دوسرے فقہاء کرام علامہ شامی کی عبارت بحوالہ تاتارخانیہ نقل کرتے ہیں جسمیں مال حرام سے کوئی چیز خریدنے کی پانچ صورتیں ذکر کی ہیں جسمیں دو صورتوں میں خریدی ہوئی چیز حرام ہوگی اور تین صورتوں میں خریدی ہوئی چیز حلال ہوگی علامہ شامیؒ کی عبارت یہ ہے:

"توضیح المسئلہ ما فی التاتارخانیة حیث قال رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتریٰ فھٰذا علیٰ خمسة اوجه:اما ان دفع تلک الدراهم الیٰ البائع اولا ثم اشتریٰ منه بها او اشتریٰ قبل الدفع بها ودفعها او اشتریٰ قبل الدفع بها ودفع غیرها او اشتریٰ غیرها مطلقا ودفع تلک الدراهم او اشتریٰ آخر ودفع تلک الدراهم قال ابو نصر یطیب له ولا یجب علیه ان یتصدق الا فی الوجه الاول والیه ذهب الفقیه ابو اللیث لکن هذا خلاف ظاهر الروایة فانه نص فی الجامع الصغیر : اذا غصب الفا فاشتریٰ بها جاریة وباعها بالفین تصدق بالربح وقال الکرخیؒ : فی الوجه الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاث الاخیرة یطیب وقال ابوبکر : لا یطیب فی الکل لکن الفتویٰ الآن علیٰ قول الکرخی دفعا للحرج عن الناس وفی الولوالجیه وقال بعضهم لا یطیب فی الوجوه کلها وهو المختار لکن الفتویٰ الیوم علیٰ قول الکرخی دفعا للحرج لکثرة الحرام وعلیٰ هذٰا مشی المصنف فی کتاب الغصب تبعاللدرر وغیرها"۔ (کتاب البیوع رد المحتار جلد 7 ص 518) .

مسئلہ کی وضاحت تاتارخانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے حرام مال سے کچھ کمایا پھر اس مال سے کوئی سامان خریدا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں۔

(۱) یا تو اس نے پہلے بائع کو روپے دئے پھر ان روپوں کے عوض سامان خریدا۔

(۲) یا وہ روپے دکھا کر سامان خریدا پھر وہ روپے دے دئے۔

(۳) یا وہ روپے دے کر سامان خریدا پھر ان روپوں کی جگہ دوسرے جائز کمائی کے روپے دئے۔

(۴) یا روپوں سے مطلق کر کے خرید یعنی نہ پہلے وہ دکھائے اور نہ پہلے وہ دئے بلکہ بعد میں حرام روپے دئے۔

(۵) یا دوسرے جائز روپے دکھا کر سامان خریدا پھر حرام روپے دے دئے۔

امام کرخیؒ کہتے ہیں پہلی دو صورتوں میں خریدا ہوا سامان حلال نہیں البتہ آخری تین صورتوں میں حلال ہوگا۔

ابو بکرؒ کہتے ہیں کہ کسی صورت میں بھی حلال نہیں لیکن اب فتویٰ امام کرخیؒ کے قول پر ہے تا کہ لوگوں کو تنگی نہ ہو اور ولولجیہ میں ہے کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ کسی صورت میں بھی حلال نہیں اور یہی قول مختار ہے لیکن اب فتویٰ امام کرخیؒ کے قول پر ہے تا کہ کثرت حرام کی وجہ سے لوگوں کو تنگی نہ ہو اور مصنف نے صاحب درر وغیرھا کی اتباع میں کتاب الغصب میں اسی قول کو لیا ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر حرام پیسے پہلے دکاندار کو دے اور اسکے بعد اس سے سامان خرید لے تو وہ سامان اس کے حق میں حرام ہوگا اور اگر وہ حرام رقم دکاندار کو بتا کر دکاندار سے آٹا، گھی، چاول وغیرہ خریدتا ہے تو بھی ان اشیاء کا استعمال اسکے حق میں حرام ہوگا یہ دو صورتیں تو بالکل واضح ہیں جسمیں کوئی اشتباہ نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ خریدنے والا حرام رقم دکاندار کو بتائے اور پھر مال حلال سے قیمت ادا کرے تو یہ صورت تو بالکل واضح ہے کہ قیمت حلال رقم سے ادا کی گئی اس لئے یہ سامان جو خریدا ہے وہ بھی حلال ہوگا۔

چوتھی اور پانچویں صورت جس کو علامہ کرخیؒ نے جائز لکھا ہے یعنی ان دو صورتوں میں مال حرام کے ذریعے خریدا ہوا سامان حلال ہوگا ان صورتوں کو مثال سے یوں سمجھیں کہ زید شراب کا کاروبار کرتا ہے اور اس کا غالب مال (رقم) شراب کی آمدن ہی ہے کچھ نہ کچھ مال حلال بھی اس کے پاس ہے اس کی جیب میں 900 نو سو روپے ہیں جن میں سے 600 چھ سو روپے مال حرام کے ہیں جبکہ 300 تین سو روپے مال حلال کے ہیں اب یہ چھ سو روپے شراب کی آمدنی کے اس نے کمائے ہیں اب زید بازار سے گوشت یا فروٹ خریدنا چاہتا ہے پہلے زید دکاندار کو چھ سو روپے دیکر گوشت خرید لیتا ہے تو بقول امام کرخیؒ یہ فروٹ اس کے لئے حرام ہے یہ صورت بالکل واضح ہے یا زید نے دکاندار کو شراب کی آمدن والے چھ سو روپے دکھائے اور ان سے فروٹ لیا تو یہ فروٹ بھی اس کے لئے بقول امام کرخیؒ حرام ہے تیسری صورت میں زید نے فروٹ والے کو چھ سو روپے حرام کے دکھائے اور پھر اس کے پاس جو تین سو روپے حلال کے موجود تھے وہ فروٹ کی قیمت میں ادا کئے یہ صورت بھی بالکل واضح ہے کہ یہ فروٹ بھی اس کے حق میں حلال ہے چوتھی صورت کہ زید نے گوشت والے سے کچھ بھی نہ کہا کہ قیمت کن روپوں سے دونگا زید نے گوشت والے سے گوشت لیا اور وہی حرام شراب کی آمدنی قیمت میں ادا کی یا پھر اس نے گوشت والے کو حلال آمدنی دکھائی اور گوشت کی قیمت میں پھر وہی حرام پیسے ادا کئے اور گوشت حاصل کیا تو بقول امام کرخیؒ ان آخری دو صورتوں میں زید کے لئے یہ گوشت وغیرہ حلال ہے۔

اب اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو تیسری صورت کے علاوہ باقی چاروں صورتوں میں اس نے حرام یعنی شراب کی آمدن سے قیمت ادا کی لیکن دو صورتوں میں خریدی ہوئی اشیاء حلال اور دو صورتوں میں حرام ہوگا۔

یہ ایسی عجیب بات ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے آیا یہ تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے یا صحابہ کرام وائمہ مجتہدین سے یہ تفصیل

کہیں مذکور اور منقول ہے ہرگز نہیں جبکہ یہ مسئلہ بھی مباح یا غیر مباح یا اولیٰ اور غیر اولیٰ کا بھی نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ حلت اور حرمت کا مسئلہ ہے۔ اگر چہ امام کرخیؒ بہت بڑے عالم اور فقیہہ بھی تھے لیکن کیا امام کرخیؒ کے کہہ دینے سے مال حرام سے خریدی ہوئی اشیاء حلال ہو جائیں گی ہرگز نہیں مسلم شریف کی حدیث ہے۔

"عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه انه سمع رسول الله ﷺ یقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسول حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام فقیل یا رسول الله أرئیت شحوم المیتة فانها یطلیٰ بها السفن ویدهن بها الجلود ویستصبح بها الناس فقال لا هو حرام ثم قال رسول الله ﷺ عند ذلک قاتل الله الیهود ان الله لما حرم علیهم شحومها اجملوه ثم باعوه فاکلوا ثمنها کذا عن ابی هریرةؓ". (مسلم جلد 2 ص23).

ترجمہ: "جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے موقع پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ مردار کیم چربی کے بارے میں کیا حکم ہے جبکہ اسے کشتیوں میں لگایا جاتا ہے اور کھالوں میں جاتی ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کرتے ہیں۔ یعنی اس سے چراغ جلاتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں وہ حرام ہے اور آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہود کو ہلاک کیا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا (یعنی اس کا کھانا) پھر انہوں نے اس کو پگھلایا اور پھر بیچ کر اسکی قیمت کھالی یعنی انہوں نے چربی کو تو نہیں کھایا لیکن اسکی قیمت کام میں لائے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا اور ان پر عذاب نازل فرما کر انہیں ہلاک کیا"۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردار کا کھانا حرام ہے اسی طرح مردار کو بیچ کر اسکی قیمت کو بھی استعمال کرنا حرام ہے اور مردار، شراب کی قیمت سے اشیاء خرید کر اسکا اتعمال کرنا بھی حرام ہے یہود نے بھی ایسا کیا جن پر اللہ نے دنیا میں عذاب نازل کیا اور ان کو ہلاک کیا اب اگر اس حرام کو حلال کرنے کی کوئی صورت ہوتی تو آپ ﷺ ضرور اسکو بیان فرماتے حالانکہ حضور ﷺ رحمۃ للعلمین تھے۔ حضور ﷺ امت کی آسانی کے لئے اس کو بیان فرما سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے کوئی استثنائی صورت بیان نہیں کی بلکہ مطلقاً اسکی قیمت کو حرام قرار دیا آج کل جو لوگ قیمت ادا کرتے ہیں وہ عموماً مطلقاً ثمن ادا کرتے ہیں نہ تو دکاندار حلال مال کی طلب کرتا ہے ورنہ ہی خریدنے والا قیمت کی تصریح کرتا ہے بلکہ خریدار دکاندار کو سامان تولنے کو کہتا ہے دکاندار سامان تول کر اسکے حوالے کرتا ہے اور خریدار رقم ادا کر کے سامان حاصل کر لیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خواہ کوئی شراب بیچ کر پیسے کمائے، سودی کاروبار کرے یا رشوت لے چوری کرے ڈاکہ ڈال کر لوگوں کا مال حاصل کرے یا اسکے علاوہ دوسرے حرام ذرائع آمدن کو اختیار کر کے دولت کمائے اور پھر اس حرام رقم سے اشیاء ضروریہ یا غیر ضروریہ خریدے تو بقول امام کرخیؒ یہ اشیاء اسکے لئے حلال ہونگی غالباً اس بات کا اس موجودہ دور میں کوئی بھی مستند عالم قائل نہیں ہے اس دور میں امام کرخیؒ کے قول پر فتویٰ دینا در حقیقت لوگوں کو حرام خوری پر مزید ابھارنا ہے جس کا بڑا

نقصان یہ ہوگا کہ لوگوں کے دل سے حرام اور حلال کی وقعت ہی نکل جائے گی حلال اور حرام میں تمیز بالکل ہی ختم ہوجائے گا جو شخص سودی کاروبار کرتا ہو اور سود ہی وہ کھاتا پیتا ہو خواہ وہ کسی طریقے سے اشیاء خریدے (ان چار صورتوں میں سے) عرف میں اس کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص سود خور ہے حالانکہ وہ نفس پیسہ استعمال نہیں کرتا بلکہ مطلقا اس پیسے سے اشیاء خریدتا ہے اور یہ صورت جو مطلقا ہے بقول امام کرخیؒ حاصل شدہ اشیاء حرام قیمت سے اسکے لئے حلال ہونگی بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حرام کا غلبہ ہے اسلئے لوگوں سے مشقت دور کرنے کیلئے اور لوگوں کی آسانی کے لئے ہم اس قول کو اختیار کرتے ہیں (یعنی چوتھی صورت کو) ایک عالم دین کی ذمہ داری یہ ہونی چاہئے کہ وہ لوگوں کو حرام ذرائع آمدن سے سختی سے منع کرے نہ کہ حیلے کے ذریعے ان کے حرام مال کو حلال کرے کسی مولوی کے حلال کہنے سے مال حرام ہرگز حلال نہ ہوگا اور نہ ہی اللہ نے علماء کو یہ اختیار دیا ہے ہاں اگر قرآن مجید کی کوئی آیت یا حضور اقدس ﷺ کی کوئی حدیث ہو پھر تو کسی کو انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں حرام ذرائع آمدن جتنے بھی ہیں یقیناً ان میں ضرور کسی نہ کسی کے ساتھ ظلم ہو رہا ہوتا ہے یا دوسروں کے حقوق کو ضائع کرکے مال حرام حاصل کیا جاتا ہے اب شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جن سے مال حاصل کیا ہے ان کو واپس کیا جائے اب اگر اسی مال کو اس کے لئے حلال قرار دیا جائے تو کیا یہ مظلوموں پر مزید ظلم اور ظالم کی حمایت اور مدد نہیں ہے اسی لئے تو علماء کرام نے لکھا ہے کہ مال حرام جس کے پاس جمع ہوجائے اس سے جان چھڑانے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کیا جائے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس مال کا لوٹانا یا بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کرنا واجب ہے اپنے استعمال میں اس مال حرام کو نہیں لاسکتا۔

حرام آمدنی کا مصرف:

اگر کسی کے پاس حرام اور ناجائز آمدنی جمع ہو تو اس مال حرام سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی خالص دل سے حرام کمائی کے گناہ سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ مال حرام سے اجتناب کرنے کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے اور جس کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہے اس کا مال اسے واپس کرنے کی فکر کرے حرام مال اگر غصب، چوری، لوٹ، رشوت، سود، جوا، خیانت، دھوکہ سے حاصل کیا گیا ہے تو سب سے پہلے اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس فرد سے مال حاصل کیا گیا ہے اگر وہ زندہ ہے تو اس کو ورنہ اس کے ورثہ کو کہیں بھی ہو کسی ملک میں ہوں پہنچایا جائے جب تک اصل مالک اور حق دار یا اس کے ورثاء موجود ہیں اور ان تک ان کا حق پہنچانا ممکن ہے تو ضرور پہنچایا جائے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے شرح السیر الکبیر میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

"وما حصل بسبب خبیث فالسبیل ردہ". (جلد 1 ص 116).

یعنی جو مال کسی خبیث یا ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہے اس کا راستہ یہ ہے۔ کہ اسے واپس کردیا جائے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"و علیٰ ھذا قالوا لو مات الرجل و کسبہ من بیع البازق او اخذ الرشوۃ یتورع الورثۃ ولا یاخذون منہ شیئاً".

" وھو اولیٰ بھم ویردونھا علیٰ اربابھا ان عرفوھم والا تصدقوا بھا لان سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا تعذرالرد علیٰ صاحبہ ".(رد المختار جلد 9 ص 635) .

خلاصہ یہ ہے:

کہ اگر مال حرام کے بارے میں اگر اصلی مالکان کا علم اور پتہ ہے تو ان تک مال کا پہنچانا واجب ہے اور اگر اصل مالکان کا علم اور پتہ نہ ہو تو پھر یہ مال حرام خود استعمال نہ کرے بلکہ مالکان کی طرف سے صدقہ کردے یہ حکم تو اس اموال کا تھا جن کو بلاعوض حاصل کیا گیا تھا مثلاً ظلم، رشوت، سود، خیانت، دھوکہ، قمار بازی وغیرہ کے ذریعہ سے اور وہ مال جو دوسرے کی رضامندی سے حاصل کیا جائے مثلاً کسی نے شراب ہیروئن یا خنزیر کے ذریعے ناجائز مال کمایا یا گانے بجانے یا تصویر بنانے یا فروخت کرنے کے عوض مال کمایا یا سینما کے مالک نے فلم کے ذریعے مال حاصل کیا یا بینک کے ملازمین نے بینک کی خدمت کر کے تنخواہیں وصول کی یا بیمہ انشورنس کمپنی کی ملازمین نے تنخواہ وصول کی ملازمت کے بدلے میں اس سب صورتوں میں ان چیزوں سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہوگی ۔ اس مال کا حکم یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ حاصل شدہ مال جن جن سے حاصل کیا ہے انہیں واپس کردے بلکہ ان کے لئے تو جائز ہی نہیں ہے کہ اپنے ملک اور اپنے قبضے میں آئے ہوئے سرمایہ کو جن سے حاصل کیا ہے ان کی طرف لوٹائے جو مال حرام کسی خدمت یا کسی عوض کے بدلے میں حاصل کیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کے مال حرام کمانے والے کے لئے حلال نہیں ہے بلکہ یہ ملک خبیث ہونے کی بناء پر واجب التصدق ہے یعنی یہ مال خود استعمال نہیں کرسکتا بلکہ فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہے بلانیت ثواب کے (اسلامی معیشت کے بنیادی اصول مختصرا) اگر کسی شخص نے جہالت یا غفلت سے سودی بینک میں رقم جمع کرادی تو اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ مال بمع سود بینک سے نکال لے اور یہ سود بینک کے لئے نہ چھوڑے بلکہ مال بمع سود لے کر راس المال اپنے پاس رکھے اور سود فقراء و مساکین پر بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کردے۔

اگر مال حرام میراث کے ساتھ مخلوط ہوجائے :

اگر کوئی شخص فوت ہوجائے اور اس کی کمائی حرام کی ہو سود، رشوت، قمار بازی، شراب فروخت کرے یا دوسرے حرام ذرائع آمدن سے اس نے مال کمایا ہو تو آیا ورثاء کے لئے یہ مال لینا جائز رہیگا یا نہیں یعنی روثاء اس مال کو تقسیم کر۔ کے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں۔

اسکی مختلف صورتیں ہیں:

(ا) سارا مال حرام ہے تو اسکا حکم یہ ہے کہ اگر مال حرام کا مالک معلوم ہو یا ان کے ورثاء کا علم ہو تو اس مالک یا ورثاء تک حق پہنچانا ضروری ہے نہ پہنچانے کی صورت میں ورثاء گناہ گار ہوں گے اگر اصل مالک یا ورثاء کا علم میت کے ورثاء کو نہ ہو تو اس صورت میں ورثاء پر لازم ہے کہ وہ مال سارا کا سارا فقراء و مساکین اور مستحق لوگوں پر صدقہ کردیں۔

قال فی الدر المختار:

" لکن فی المجتبیٰ مات و کسبه حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال : لا ناخذ بهٰذه الروایة وهو حرام مطلقا علی الورثة ".(مختار در جلد 9 ص 636).

قال فی الشامیه :

" الا اذا علم ربه ای رب المال فیجب علی الوارث رده علیٰ صاحبه" .(وهو حرام مطلقاعلیالورثه).

" ای سواء علموا اربابه اولا فان علموا اربابه ردوا علیهم والا تصدقوا به کما قدمناه آنفا عن الزیلعی".

(رد المحتار جلد 9 ص 636) .

اگر میت کی طرف سے ملا ہوا مال مخلوط ہو یعنی حلال اور حرام دونوں قسم کا مال ہو اور کوئی امتیاز بھی نہ ہو کہ کونسا مال حرام ہے اور کونسا حلال ہے اور نہ ہی یہ معلوم ہو کہ اس مال کا کتنا حصّہ حرام کا ہے تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ ورثاء کے خیال میں حرام آمدن کا مال زیادہ ہے یا حلال کا۔ جو بھی صورت ہو اس کے مطابق ورثاء یہ سمجھ لیں کہ جتنا مال حرام کا ہے وہ مال میت کے ذمہ قرض ہے جسکی ادائیگی کرنا ورثاء کے ذمہ ضروری ہے۔

قال فی الشامیه :

" وان ملکه بالقبض والخلط عند الامام فانه لا یحل له التصرف فیه قبل ادا ضمانه و کذا لوارثه ".

(رد المحتار جلد 9 ص 636) .

بعض فقہاء اگر چہ یہ فرماتے ہیں: کہ ورثاء کے لئے یہ مال حلال ہے۔

" کما فی الاشباه والنظائر الحرمة تتعدیٰ فی الاموال مع العلم بها الا فی حق الوارث فان مال مورثه حلال له".

(الاشباه والنظائر جلد 2 ص 462) .

لیکن جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ مال حرام میں میراث جاری نہیں ہوتی اور مورث کا کمایا ہوا مال حرام ورثاء کے لئے حلال نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ مورث خود اس مال حرام کا مالک نہیں بنا تو اس کی وفات کے بعد غیر مملوک مال میں وراثت کیسے جاری ہوگی میراث اس مال میں جاری ہوگی جو مورث چھوڑ کر مرا ہو اور زندگی میں وہ جائز طریقے سے اس کا مالک بنا ہو۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔ ہر چند بعض فقہاء نے مطلقا مال حرام کو وارث کے لئے حلال کہا ہے لیکن یہ روایت صحیح نہیں مفتیٰ بہ اور معتمد یہ ہے کہ ان کے لئے بھی حرام ہے پس اگر ارباب حقوق ورثہ کو معلوم ہیں تو اگر بعینہ ان کی چیز محفوظ ہو تو اس کو ورنہ اس کی قیمت واپس کر دیں اور اگر معلوم نہیں تو اگر مال حرام معین اور ممیز ہے تو اس کو مالک کی نیت سے صدقہ کر دیں اور اگر مخلوط

غیرممیز ہے تو اگر اس کی مقدار قیمت معلوم ہے اسکو تصدق کردیں ورنہ تخمینہ کر کے تصدق کردے انشاء اللہ آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔
(امداد الفتاویٰ جلد 4ص 350).

حرام کمائی والے آدمی کا ھدیہ قبول کرنا یا اس کی دعوت میں شریک ہونا:

اگر کسی شخص کی کمائی ناجائز اور حرام آمدن سے ہو اور وہ مال حرام کماتا ہو اور اس کا کوئی حلال ذرائع آمدن بھی نہ ہو تو ایسے شخص کے یہاں کھانا پینا اور اس کا ہدیہ، تحفہ قبول کرنا اور استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے اس لئے کہ جب یہ شخص خود اسکا مالک نہیں تو اس چیز کو آگے بطور ہدیہ کیسے دے سکتا ہے۔

البتہ اگر کسی شخص کے پاس مال حلال بھی موجود ہو اور اس کا کھانا پینا اور لباس وغیرہ اسی حلال آمدنی سے ہو اور اس کی بات پر اعتماد ہو اور وہ یہ کہہ دے کہ یہ مال حلال سے دعوت یا ہدیہ یا تحفہ ہے تو اس کا تحفہ لینا اور دعوت قبول کرنا جائز ہے۔

اگر کسی کی آمدنی مخلوط ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ غالب مال کونسا ہے حلال مال غالب یا اکثر ہے یا حرام مال کی کثرت ہے اگر مال حلال کا غلبہ ہو تو اسکے یہاں کھانا پینا اور اسکی دعوت یا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور اگر غلبہ مال حرام کا ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا اور تحفہ لینا ناجائز وحرام ہے عالمگیری میں ہے:

" آکل الربوا و کاسب الحرام اهدیٰ الیه او اضافه وغالب مال حرام لا یقبل ولا یا کل ما لم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه او استقرضه وان کان غالب ماله حلال فلا باس بقبول هدیته والاکل منها کذا فی الملتقط". (فتاویٰ عالمگیری جلد 5 ص 343).

فتاویٰ محمودیہ میں ہے اول کا حکم یہ ہے کہ جب یقین یا ظن غالب سے اس مال کی حرمت کا علم ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہے اور ایسی دعوت کا رد کرنا واجب ہے قبول کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد 18 ص 119).

جن لوگوں کی زیادہ آمدنی ذریعہ حرام سے ہے ان کے یہاں کی دعوت قبول کرنا اور کھانا عموماً حرام ہے۔
(امداد الاحکام جلد 4 ص 290 امداد الفتاویٰ جلد 4 ص 119).

مال حرام سے مسجد کی تعمیر کرنا:

چونکہ آدمی مال حرام کا مالک نہیں بنتا اسلئے مال حرام کو مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا بھی جائز نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مال حرام میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے جبکہ مسجد میں خرچ کرنے میں تملیک فقیر نہیں پایا جاتا۔

حرام مال سے بنائی گئی مسجد کا حکم: جو مسجد حرام مال سے بنائی گئی ہو وہ احکام کے لحاظ سے بلاشبہ مسجد ہی ہے چنانچہ اس کی بے حرمتی کرنا اس کی خرید فروخت کرنا یا احکام مسجد کے خلاف کوئی بھی تصرف اس میں کرنا جائز نہیں اسی طرح اس میں حائضہ عورت اور جنبی کا داخل ہونا

بھی جائز نہیں ہے۔ بہر حال یہ شرعی مسجد ہے اور شرعی مسجد کے تمام احکام اس میں جاری ہوں گے۔

مال حرام کا مسجد میں خرچ کرنا جائز تو نہیں ہے لیکن اگر مال حرام سے مسجد کی تعمیر کی گئی تو اسمیں نماز پڑھنا کیسا ہے مال حرام کا مسجد میں صرف کرنے کی مختلف صورتیں ہیں اور ان کا حکم بھی مختلف ہے (۱) حرام مال سے مسجد کی زمین نہ خریدی گئی ہو بلکہ دیواروں پر خرچ کیا ہو اس صورت کے بارے میں بعض اکابر نے تحریر فرمایا ہے اس میں نماز پڑھتے وقت حرام کا استعمال نہیں پایا جاتا اس لئے اس میں نماز درست ہے مگر حرام مال مسجد پر صرف کرنے کا گناہ ہوگا لہٰذا مال حرام سے تعمیر کردہ دیواریں گرا کر حلال مال سے دوبارہ تعمیر کرنا ضروری ہے۔

قال فی الشامیه :

"" قولهلو بماله الحلال) "قال تاج الشريعة اما لو انفق فی ذلک مالا خبيثا او مالا سببه الخبيث والطيب فيكره لان الله تعالىٰ لا يقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بمالا يقبله الخ شرنبلالية".

(رد المحتار جلد ۱).

(۲) اگر حرام مال فرش پر لگایا گیا اور زمین حلال مال سے خریدی گئی تو نماز پڑھنے سے حرام کا استعمال ہوگا اس لئے ایسی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اس کا تدارک اس طرح ہوسکتا ہے کہ حرام مال سے تیار کردہ فرش کو اکھاڑ کر دوبارہ حلال مال سے فرش بنایا جائے تو پھر اس میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔

(۳) اور اگر حرام مال سے مسجد کی زمین خریدی گئی ہے تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس کا تدارک بظاہر نظر نہیں آتا اس لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی مسجد کا دروازہ بند کر کے مسجد کی صورت پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں نماز نہ پڑھی جائے۔ (بتغییر احسن الفتاویٰ جلد 6 ص 431).

مال حرام سے حج کرنا:

اگر کسی شخص نے مال حرام خرچ کر کے حج ادا کیا تو کیا اس کا حج فرض اس کے ذمے سے ساقط ہوجائیگا یا نہیں۔ احناف، شوافع، مالکیہ کے نزدیک اگرچہ مال حرام سے حج کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ مال حلال جمع کر کے حج کرے لیکن اگر کوئی شخص مال حرام کے ذریعے حج کرلے تو اس کے ذمے سے حج فرض ساقط ہوجائیگا البتہ حج کرنے کا ثواب اس کو نہیں ملے گا اور نہ ہی حج چھوڑنے کا گناہ اسپر ہوگا جیسے کوئی شخص مغصوبہ زمین میں نماز پڑھ لے تو نماز تو اس کے ذمے سے ساقط ہوجائے گا لیکن نماز پڑھنے کا ثواب اس کو نہ ملے گا۔

وهكذا هٰهنا قال فی الشامیه:

" ان الحج نفسه هو زيارة مكان مخصوص الخ ليس حراما بل الحرام هو انفاق المال الحرام ولا تلازم بينهما كما ان الصلواة فی الارض المغصوبة تقع فرضا ، و انما الحرام شغل المكان المغصوب لا من حيث كون

الفعل صلاة ،لان الفرض لا یمکن اتصافه بالحرمة ،وهنا کذلک فان الحج فی نفسه مامور به ،وانما یحرم من حیث الاتفاق ،وکانه اطلق علیه الحرمة لان للمال دخلا فیه فان الحج عبادة مرکبة من عمل البدن والمال کما قدمناه ولذا قال فی البحر: ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال ،فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث ،مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله ،فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج ". (رد المحتار جلد 3 ص 519).

حرام وحلال مخلوط مال میں زکوٰۃ:

اگر حرام مال اپنے حلال مال کے ساتھ مل گیا، تو وہ ملک میں داخل ہو گیا، اگر چہ ملک خبیث ہی ہے اور زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے ملک کا ہونا شرط ہے طیب اور پاک ہونا شرط نہیں ہے طیب اور پاک ہونا مقبولیت کی شرط ہے لھذا ایسے مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر چہ قبول نہ ہو زکوٰۃ دینے کا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے جو عذاب ہوگا اس سے محفوظ رہیگا اور قبول ہونہ ہونے سے عذاب نہیں ہوتا البتہ ثواب سے محروم رہتا ہے اور عذاب نہ ہونا اور ثواب سے محروم ہونا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے کی صورت میں دو عذابوں کا مستحق ہوگا ایک حرام کمائی کا دوسرا زکوٰۃ نہ دینے کا اور زکوٰۃ دینے کی صورت میں صرف ایک ہی عذاب ہوگا یعنی حرام کمائی کا۔

قال فی الدر المختار:

"ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکوٰة فیه ویورث عنه ".(در مختار جلد 3 ص 258) .

خالص حرام مال میں زکوٰۃ:

اگر مال خالص حرام ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ مال حرام کا حکم یہ ہے کہ اگر مالک یا اس کے ورثاء معلوم ہو تو مالک یا اس کے ورثاء کو واپس کرنا ضروری ہے اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو بغیر نیت ثواب کے سارا مال صدقہ کر دیا جائے اپنے پاس نہ رکھے۔

قال فی الشامیه :

" فی القنیه . ولو کان الخبیث نصابا لا یلزمه الزکاة لان الکل واجب التصدق علیه فلا یفید ایجاب التصدق ببعضه اه ومثله فی البزازیه". (رد المحتار جلد 3 ص 259) .

بہت سے مسلمان خاندان ایسے ہیں جن کے مرد ناجائز اور حرام چیزوں کا کاروبار کرتے ہیں یا ناجائز ملازمت اور ناجائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرتے ہیں جیسے سود، رشوت، جواء، شراب، وغیرہ ناجائز کاروبار کرتے ہیں اور اسی مال حرام سے وہ اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتے ہیں تو کیا اس صورت میں بیوی بچوں کا اس مال حرام سے کھانا جائز ہے یا نہیں اور آیا اس صورت میں بیوی بچے گناہ گار ہوں گے یا نہیں تو

اس صورت میں اگر بیوی شوہر کے اس ناجائز کاروبار پر راضی ہے اور بیوی اپنے شوہر کو حرام کمائی سے منع نہ کرے تو بیوی بھی اس صورت میں گناہ گار ہوگی لیکن اگر بیوی اپنے شوہر کو منع کرے اور شوہر اس کے باوجود حرام کمانے سے باز نہ آئے تو اگر بیوی کے پاس اپنا اتنا مال ہو کہ وہ شوہر سے خرچہ لئے بغیر اپنی زندگی بسر کر سکتی ہو تو اس صورت میں بیوی کے لئے شوہر کے حرام مال میں سے کھانا جائز نہیں اگر بیوی کے لئے اخراجات برداشت کرنا ممکن نہ ہو تو بیوی اپنے شوہر کے مال حرام میں سے کھا سکتی ہے یعنی اس وقت پھر بیوی کے لئے مال حرام میں سے کھانا جائز ہے اور حرام کھلانے کا گناہ شوہر کو ہوگا۔

قال فی رد المحتار :

"وفی جامع الجوامع : اشتریٰ الزوج طعاما او کسوة من مال خبیث جاز للمرأة اکله ولبسها والاثم علیٰ الزوج التا تارخانیه". (شامی جلد 6 ص 191) .

مال حرام کے گناہ سے بچنے کا طریقہ:

اگر کسی شخص نے مال حرام کمایا پھر اس نے حرام مال کے کمانے سے توبہ کی اور اس کو آخرت کی فکر ہوئی اور اللہ کی طرف رجوع کیا تو اب صرف توبہ کرنے سے اس کے لئے وہ مال حرام حلال نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جن لوگوں کا حق ہے ان کو وہ حق پہنچایا جائے اور اگر وہ حقدار دنیا میں موجود نہ ہو تو ان کے ورثا کو انکا حق پہنچائے اور اگر ورثا یا حقدار تو ہو لیکن ان کا علم نہ ہو کہ کہاں پر ہیں ان کا پتہ معلوم نہ ہو تو پھر ان کی طرف سے فقراء اور مساکین پر صدقہ کرے اگر کسی نے حرام تجارت کی اور اس حرام تجارت کے عوض مال حرام حاصل کیا مثلاً شراب کی تجارت تصاویر بنانے کی تجارت، یا گانا گانے کی کمائی یعنی وہ مال جو بالعوض مشتری کے رضاء سے حاصل کیا ہو تو اس حرام مال سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ مال فقراء پر صدقہ کرے صدقہ کرنے میں یہ ضروری ہے۔ کہ مستحقین یعنی فقراء کو دیا جائے غیر مستحقین کو نہ دیا جائے اسلئے اس مال حرام کو کسی ایسے مصرف میں دینا جائز نہیں ہے جس میں تصرف الی الفقراء کا تحقق نہ ہو لھذا ایسے مال حرام سے مسجد، مدرسہ اور مسجد و مدرسہ کا وضوء خانہ، بیت الخلاء، شفاخانہ (ہسپتال)، خانقاہ، مسافر خانہ وغیرہ کی تعمیر جائز نہیں ہے۔

(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول بتغیر ص 252).

قال فی الشامیه :

" والا تصدقوا به لان سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا عذر الرد علیٰ صاحبه ".(رد المحتار جلد 9 ص 635) .

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"فان علموا اربابه ردوه علیهم والا تصدقوا ".(جلد 9 ص 636) .

اور اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے ناجائز کھانے کے متعلق فرمایا کہ یہ محتاج قیدیوں کو کھلایا جائے

ھدایہ کتاب الغصب میں ہے۔

"ولهما انه حصل بسبب خبيث وهو التصرف فى ملك الغير و ما هذا حاله فسبيله التصدق ".(هدايه ثالث ص 373) .

اورطرفین کی دلیل یہ ہے کہ وہ مال سبب خبیث سے حاصل ہوا ہےاوروہ دوسرے کی ملک میں تصرف کرنا ہےاورجس کا یہ حال ہواس سے جان چڑانے کاراستہ یہ ہے کہ اس کوصدقہ کیا جائے امدادالفتاوٰی میں مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔وہ مال حرام رہتا ہے جولوگ فقر وفاقہ سے پریشان ہوں اُن کووہ مال بہ نیت رفع حاجت دینا چاہئے نہ بہ نیت حصول ثواب۔(امداد الفتاویٰ جلد 4 س 144).

مال حرام اورمخلوط مال سے نفع حاصل کرنے کا حکم:

جو مال حلال وحرام سے اس طرح مخلوط ہو کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوتوایسی صورت میں خلط کرنے والا تمام مال کا مالک بن جاتا ہے البتہ جتنا مال حرام کا ہےاس کا ضمان ادا کرنا اس پرواجب ہے۔جب تک اس کا ضمان ادانہ کرے یاضمان کواپنے ذمے لازم نہ کرلے اس وقت تک اس مال مخلوط میں کسی قسم کا تصرف کرنا اوراس سے کسی طرح بھی نفع اٹھانا جائزنہیں اور جو مال خالص حرام ہے اس کا حکم بھی بطریق اولیٰ یہی ہےاوراگرکوئی شخص اس غالب حرام والےمخلوط مال یا خالص حرام مال کے زریعے کاروبار کرکے نفع حاصل کرتا ہےتو وہ نفع چونکہ اس کے لئے حلال نہیں ہے اس لئے اس نفع کواصل رقم کے ساتھ اصل مالک یااس کے ورثاء کولوٹانا ضروری ہے اصل مالک یا اس کے ورثاءکے موجودنہ ہونے یانہ ملنے کی صورت میں اس کی طرف سے صدقہ کرناواجب ہے۔" للخبث فيه ".

اوراگرمخلوط مال کی اکثریت حلال ہوتو پھراس میں تصرف کرنااورکاروبارکرکے نفع اٹھانا جائز ہےاوراس کے ذریعے کاروبارکرکے اگرکچھ آمدنی حاصل کی ہےتووہ بھی حلال ہے تاہم جس قدر مال حرام کا شامل ہوا ہےوہ اصل مالک کوواپس کرنا ضروری ہے معلوم نہ ہونے کی صورت میں صدقہ کرنا ہوگااورجس قدراس حرام مال میں نفع ہوا ہےاس نفع کوصدقہ کرنا بھی لازمی ہے مثلادس فیصد حرام مال شامل تھاتو نفع کادس فیصد صدقہ کرنالازم ہوگا۔

"قال فی شرح الوقایہ:

" اما الخبث بسبب عدم الملك فيشمل النوعين عند ابى حنيفةؒ يعنى ان الربح فى المغصوب لا يطيب سواء كان المغصوب مما يتعين كالجارية مثلا او مما لا يتعين كالدراهم والدنانير حتىٰ ان باع الدراهم المغصوبه وحصل فيها ربح لا يكون طيبا ".(شرح الوقايه جلد 3ص 52).

وقال فى الشاميه :

" فاذا تصرف الغاصب او المودع فى العرض او النقد يتصدق بالربح لتعلق العقد بمال غيره "

.(جلد 7ص 305).

......☆☆☆☆☆......